بیٹی

گھڑی ٹِک ٹِک چلی جائے
مرے ماتھے پہ کچھ بُوندیں
مرے گالوں پہ دم گُوندیں
تمنا تھی، خوشی تھی، بے قراری کی گھڑی وہ تھی
نئ اک زندگی تھی، موت کے پہلو کھڑی وہ تھی
مبارک ہو تمہیں بیٹی
وہاں جھولے میں وہ لیٹی
تمنا یا خوشی یا خوف ہے، یہ کیا کہانی ہے
خبر یہ کِس نے دی مجھ کو، کسے میں نے سُنانی ہے
زباں ہونٹوں پہ مَلتی گود میں میرے پڑی تھی وہ
مرے ہاتھوں سے چھوٹی پَر اُمنگوں سے بڑی تھی وہ
یہ کہتی تھی
مجھے گھُٹی پلا دو اور
وفا میری خریدو بخت کی قیمت لگا دو
زباں جذبوں کو دے سکتا تو میں اِک فاتحِ عالم
نظر میں گر بصیرت ہو، خطِّ عظمت کا در پیہم
مرے گھر کی مہارانی۔۔
جو قدموں پر کھڑی ہوتی تو راہیں نُور کر دیتی
ادا جب حرف ہوتے، پھول بن گرتے
مری سب اُلجھنوں کو دُور کر دیتی
بھری جو نیند سے آنکھیں
انہیں مخمور کر دیتی

فقط بابا کے مطلع پر

مری چاہت کو یوں مجبور کر دیتی

کہ جیسے پیاس میں پانی کا اک پیالہ

ہو ریگستان میں گل بھی گلِ لالہ

مرے گھر کی مہارانی۔۔

مری بیٹی مجھے دے ڈر

بنے دل واہموں کا گھر

یہی ڈر ہے، متاعِ زندگی، جینا سکھاتا ہے

غموں کو گھول کے اشکوں میں یہ پینا سکھاتا ہے

نہیں ہوتی کبھی بیٹی

کسی کم ظرف کا ورثہ

کہ رکھتی وہ ہمیشہ ہے

دعاؤں میں مرا حصہ

کبھی نظروں میں جو جھانکوں

حیا کا اک نیا قصہ

کبھی میں ڈانٹ دیتا تو محبت کا بدل لیتی

توجہ دے نہ پاتا تو مروت کو مسل لیتی

مری بیٹی بڑی ہو کر

مجھے چھوٹا نہ ہونے دے

کبھی اس کی دلیلوں میں

مجھے کھوٹا نہ ہونے دے

مری بیٹی۔۔۔

غزل کا ایک عنواں سعد کو مغموم کر دے ہے

کہ بیٹی کو کوئی کیسے، بھلا مقسوم کردے ہے
مگر اک دن ہے سب کو بیٹیاں جب چھوڑ جاتی ہیں
کتابِ زندگی میں ورقِ اُلفت موڑ جاتی ہیں
زمانے کی سبھی خوشیاں ہر اک ثروت
تمھیں لوٹا کے بندھن توڑ جاتی ہیں
قسم مجھ کو مرے رب کی کہ تم پھر پا نہیں سکتے
حلاوت زندگی میں پھر کہیں سے لا نہیں سکتے